بسم اللہ الرحمان الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَجْدِ وَالْعُلیٰ ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْأَنْبِیَاءِ مُحَمَّدٍ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی آلِہِ الْمُجْتَبٰی وَأَصْحَابِہٖ أُولِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِإِحْسَانٍ إِلٰی یَوْمِ الْجَزَاءِ.

عندَ اهلِ سُنَّتُ غیرانبیاء کی عِصمَتُ

اجمالی جائزہ

باعثِ تحریر یہ جملہ ہے:

”روافض! تم دلیل نہ بناؤ کہ معصوم تھیں تو مانگنا ہی حق کی دلیل ہے، اُدھر بھی خطا کا امکان تھا اور خطا پر تھیں، جب مانگ رہی تھیں خطا پر تھیں“۔

❁

یہ سن سن کر کان پک گئے کہ مسلکِ اہل سنت کے مطابق انسانوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ نہیں معلوم کہ یہ کہاں کا مسلکِ اہل سنت ہے، اِس کا ماخذ کیا ہے، کیا کتاب وسنت میں اِس کی تصریح آئی ہے اور اگر کتاب وسنت میں اِس کی تصریح نہیں آئی تو کیا اِس پر اجماعِ امت یا اجماعِ اہل سنت ہو چکا ہے؟ میری معلومات کی حد تک اِس پر کوئی اجماع تو نہیں ہوا البتہ اجماع کے دعوے ضرور ملتے ہیں۔ شاید ایسے ہی دعووں کے پیشِ نظر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”اجماعِ اہلِ سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے وہ اہل سنت سے خارج ہے“۔

(فتاوی رضویہ ج ۱٤ ص ۱۸۷ ،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

یہ محض دعویٰ ہے، کیونکہ اہل سنت کے علماء کرام نے غیرانبیاء کرام کی عصمت کا قول بھی کیا ہے اور اِس پر

بعض احادیث بھی موجود ہیں۔آیئے! فی الحال اِس سلسلے میں سرسری سا مطالعہ کرتے ہیں۔

غیرِ انبیاء کی عصمت میں حدیث

امام بخاری لکھتے ہیں: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا اسْتُخْلِفَ خَلِيفَةٌ إِلَّا لَهُ بِطَانَتَانِ: بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْخَيْرِ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ ، وَبِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالشَّرِّ وَتَحُضُّهُ عَلَيْهِ ، وَالْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ.

''نہیں کوئی نائب بنایا جاتا مگر اُس کے دو بطانے ہوتے ہیں: ایک بطانہ اُس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور اُس کی ترغیب دیتا ہے اور دوسرا بطانہ اُس کو برائی کا حکم کرتا ہے اور اُس پر اُبھارتا ہے، اور معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا''۔

(بخاري: كتاب القدر، باب: المعصوم من عصم الله، ص٩١٣ ح:٦٦١١)

شارحین نے لکھا ہے:

''لفظ ''بِطَانَة'' اسم جنس ہے اور یہ واحد و جمع دونوں کو شامل ہوتا ہے، اور یہاں اِس سے مراد ایسے پیروکار ہیں جو اپنے امیر کے باطنی احوال پر مطلع ہوں اور اُس کے وزیر و مشیر ہوں''۔

(عمدة القاري ج٢٣ ص٢٤٠ ؛فتح الباري ج١٥ ص٢٢٦)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

أَتَدْرِي مَا الْعِصْمَةُ ؟ هِيَ الَّتِي جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بِطَانَةً وَّاحِدَةً مِنْ بِطَانَاتِهَا فِي الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ.

''کیا آپ جانتے ہیں کہ عصمت کیا ہے؟ یہ وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے بطانوں میں سے ایک بطانہ قرار دیا ہے''۔

(التفهيمات الإلٰهية ج٢ ص١٧)

چونکہ حدیث شریف میں خلیفہ کا ذکر ہے اِس لیے بطانتان (دو بطانوں) سے مراد دو ظاہری وزیر بھی لیے گئے ہیں جن میں سے ایک خیر کی ترغیب دیتا ہے اور دوسرا شر پر اُبھارتا ہے، اور بطانتان سے مراد دو باطنی طاقتیں بھی مراد لی گئی ہیں۔ایک اُن میں سے فرشتہ ہے اور دوسرا شیطان۔چنانچہ علامہ بدرالدین دمامینی لکھتے ہیں کہ اس

میں دو احتمال ہیں:

أَحَدُهُمَا:أَنْ يُرِيدَ بَالْبِطَانَتَيْنِ :الْوَزِيرَيْنِ.الثَّانِي: أَنْ يُرِيدَ بِهِمَا : الْمَلَكُ وَالشَّيْطَانُ ، فَالْمَلَكُ :بِطَانَةُ الْخَيْرِ، وَالشَّيْطَانُ بِطَانَةُ الشَّرِّ.

''ایک یہ کہ دو بطانوں سے مراد دو وزیر ہیں۔دوسرا یہ کہ اُن دونوں سے مراد ایک فرشتہ ہے اور دوسرا شیطان ہے۔پس فرشتہ خیر کا بطانہ ہے اور شیطان برائی کا بطانہ ہے''۔

(مصابيح الجامع للدماميني ج۱۰ ص۱۲۱)

شاہ صاحب نے جو فرمایا کہ عصمت بطانوں میں سے ایک بطانہ ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی غیر نبی انسان کا بطانۂ خیر قوی اور غالب ہو تو وہ عصمت مآب ہوتا ہے۔اِسی لیے اہل سنت کے ہاں غیرانبیاء کی عصمت کا تصور موجود ہے۔

غیرانبیاء کی عصمت

اہل سنت کے مشہور مفسر وصوفی امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ :أَنَّ مِنْ أَجَلِّ الْكَرَامَاتِ الَّتِي تَكُونُ لِلْأَوْلِيَاءِ :دَوَامَ التَّوْفِيقِ لِلطَّاعَاتِ ، وَالْعِصْمَةَ مِنَ الْمَعَاصِي وَالْمُخَالَفَاتِ.

''جان لیجئے کہ اولیاء کرام کی سب سے بڑی کرامت توفیقِ طاعات پر استقامت ہے اور نافرمانیوں اور شرعی خلاف ورزیوں سے عصمت ہے''۔

(الرسالة القشيرية ص۷۰۷،دار المنهاج،جدة،الطبعة الأولىٰ ۱٤۳۸ھ)

عصمت اور حفاظت میں فرق

لفظِ عصمت کے اصطلاحی معنیٰ میں جو پیچیدگیاں بیان کی جاتی ہیں ہم اپنے قارئین کرام کو اُن میں نہیں اُلجھانا چاہتے ،لیکن علماءِ اہلِ سنت نے اپنے طور پر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی عصمت اور غیرانبیاء کی عصمت میں جو ایک فرق بیان کیا ہے اُسے یہاں پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔اہل سنت غیرانبیاء کی عصمت کے بھی قائل ہیں مگر وہ کہتے ہیں اُن کے لیے عصمت کا لفظ نہ بولا جائے بلکہ حفاظت کا لفظ بولا جائے لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ صرف لفظی فرق ہے نتیجے اور معنیٰ کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔چنانچہ شاہ اسماعیل شہید لکھتے ہیں:

''یہی حفاظت جب انبیاءؑ سے متعلق ہو تو اُسے عصمت اور اگر کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اُسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے''۔

(منصبِ امامت ص ٦٦)

اِس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کی معنوی حقیقت ایک ہی ہے فقط الفاظ کا فرق ہے۔ مشہور صوفی عالم شیخ عبد الوھاب شعرانی کے نزدیک بھی یہی حقیقت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اَلْفَرْقُ بَيْنَ الْعِصْمَةِ وَالْحِفْظِ بِالنَّظْرِ لِلَّفْظِ ، لَا لِلْمَعْنىٰ ، فَافْهَمْ.

''عصمت اور حفاظت کے درمیان فرق لفظی فرق ہے معنوی نہیں، لہٰذا سمجھ لیجئے''۔

(الجوھر والدرر علىٰ هامش الإبريز ص ١٢٦ ،ملتزم الطبع والنشر عبد الحميد أحمد الحنفي ،مصر)

سیدہ مریم علیہا السلام کی عصمت

چونکہ یہ محض لفظی فرق ہے اِسی لیے اکثر علماء اہل سنت نے اِس فرق کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی اور اُنہوں نے غیر انبیاء کے لیے بھی لفظ عصمت و معصوم ہی استعمال کیا ہے۔ چنانچہ سیدہ مریم علیہا السلام نبیہ نہیں تھیں لیکن چونکہ اُنہیں اُن کی والدہ ماجدہ کی دعا کی بدولت بطانۂ شر سے محفوظ رکھا گیا تھا اور بطانۂ خیر سے نوازا دیا گیا تھا اِس لیے ہمارے علماء نے اُن کے حق میں بھی عصمت کا قول کیا ہے۔ چنانچہ امام رازی اور دوسرے مفسرین اُن کی شان میں واردشدہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَخَصَّهَا فِي هٰذَا الْمَعْنىٰ بِأَنْوَاعِ اللُّطْفِ وَالْهِدَايَةِ وَالْعِصْمَةِ.

''اور خاص کیا اُنہیں اِس معنیٰ میں گوناگوں لطف وہدایت اور عصمت سے''۔

(التفسير الكبير ج٨ ص ٤٧ ؛ غرائب القرآن ج٢ ص ١٥٩ ؛ آل عمران: ٤٣)

اِسی آیت کے تحت امام قشیری لکھتے ہیں:

وَطَهَّرَكِ مِنَ الْفَحْشَاءِ وَالْمَعَاصِي بِجَمِيْلِ الْعِصْمَةِ.

''اور اللہ نے آپ کو پاک رکھا بے حیائی اور نافرمانیوں سے خوبصورت عصمت کے ساتھ''۔

(تفسير القشيري ج١ ص ١٤٨)

علامہ بیضاوی اور دوسرے مفسرین نے ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِکَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ [آل عمران: ٣٦] کی تفسیر میں پہلے وہ حدیث لائے جس میں ہے کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کو اُس کی پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے، ماسوا سیدہ مریم اور اُن کے فرزند کے، پھر لکھا ہے:

فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی عَصَمَهُمَا بِبَرَكَةِ هٰذِهِ الْإِسْتِعَاذَةِ.

''اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو اِس استعاذہ کی برکت سے معصوم رکھا''۔

(تفسير البيضاوي ج٢ ص١٤؛ المقتطف من عيون التفاسير ج١ ص٣١٩؛ تفسير أبي السعود ج١ ص ٤٧١؛ تفسير ملا علي القاري ج١ ص٢٨٣)

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُمَا كَانَا مَعْصُوْمَيْنِ.

''کیونکہ وہ دونوں معصوم تھے''۔

(الكشاف ج١ ص٥٥٢)

علامہ جمال الدین قاسمی نے مذکورہ بالا دعا کو طلبِ عصمت قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ طَلَبَتْ عِصْمَتَهَا فَقَالَتْ: ﴿وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِکَ﴾.

''پھر اُنہوں نے اُن کی عصمت مانگی تو عرض کیا: ''اور میں اُسے تیری پناہ میں دیتی ہوں''۔

(تفسير القاسمي ج٥ ص٨٣٥)

عارف باللہ علامہ روزبہان بقلی لکھتے ہیں:

إِنَّ رَبَّاهَا عَلٰی نَعْتِ الْعِصْمَةِ.

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اُن کی تربیت عصمت کی حالت پر فرمائی''۔

(عرائس البيان ج١ ص١٤٥)

آل عمران آیت نمبر۴۲ میں لفظ ﴿وَاصْطَفَاكِ﴾ دو مرتبہ آیا ہے، اُس کی توجیہ میں موصوف لکھتے ہیں:

اِصْطِفَاءُ الْأَوَّلُ: رَفْعُ الْمَنْزِلَةِ، وَاصْطِفَاءُ الثَّانِي : حَقِيْقَةُ الْعِصْمَةِ.

''پہلا اصطفاء: درجہ کی بلندی اور دوسرا اصطفاء: حقیقتِ عصمت ہے''۔

(عرائس البيان ج١ ص١٥٠)

فائدہ

یہاں دو باتیں یاد رکھنے کی ہیں:

۱۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۳۶ میں سیدہ مریم کی والدہ کا اُن کے لیے تعوذ کرنا

۲۔ آیت ۴۲ میں سیدہ مریم کی تطہیر کا مذکور ہونا۔

عصمتِ وجوبی اور عصمتِ جوازی

امام بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ "بَابٌ: اَلْمَعْصُومُ مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ" کے تحت لکھتے ہیں:

أَيْ هٰذَا بَابٌ يُذْكَرُ فِيهِ قَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ: "اَلْمَعْصُوم مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ" بِأَنَّ حَمَاهُ عَنِ الْوُقُوعِ فِي الْهَلَاكِ، يُقَالُ: عَصَمَهُ اللّٰهُ مِنَ الْمَكْرُوْهِ وَوَقَاهُ وَحَفِظَهُ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ عِصْمَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَعِصْمَةِ الْأَنْبِيَاءِ عليهم السلام: أَنَّ عِصْمَةَ الْأَنْبِيَاءِ بِطَرِيْقِ الْوُجُوْبِ، وَفِي حَقِّ غَيْرِهِمْ بِطَرِيْقِ الْجَوَازِ.

"یعنی یہ وہ باب ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد "اَلْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ" ذکر کیا گیا ہے، یعنی معصوم وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہلاکت میں پڑنے سے بچالیا، کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اُس کو کراہت سے معصوم رکھا، یعنی اُسے بچایا اور محفوظ رکھا، اور مومنین اور انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت بطورِ واجب ہے اور دوسروں کی بطورِ جواز ہے"۔

(عمدة القاري ج۲۳ ص۲۳۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی، محدث محمد التاؤدی، شیخ احمد علی سہارنپوری اور مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(فتح الباري ج۱۵ ص۲۲۵، دار طيبة؛ حاشية التاؤدي على البخاري ج۶ ص۱۳۵، دار الكتب العلمية؛ حواشي على البخاري للسهارنفوري ج۲ ص۱۸۴۵، الطاف اینڈ سنز؛ الأبواب والتراجم للكاندهلوي ج۶ ص۴۴۹، دار البشائر الإسلامية)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَالْمَعْصُوْمُ “أَيْ مِنَ النَّبِيِّ وَالْخَلِيْفَةِ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ.

”اورمعصوم: نبی اورخلیفہ میں سے وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ معصوم رکھے“۔

(مرقاةالمفاتيح ج٧ص٢٤٦ ح:٣٦٩١، كتاب الإمارة والقضاء)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ“إِشَارَةٌ إِلٰى حَالِ الْأَنْبِيَاءِ أَوْ بَعْضِ الْخُلَفَاءِ أَيْضًا مِمَّنْ حَفِظَهُ اللّٰهُ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الْمُشَارُ إِلَيْهِم بِقَوْلِهِ: ﴿إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾

”معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معصوم رکھے۔ یہ اشارہ ہے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے حال کی طرف اور بعض اُن خلفاء کی طرف بھی جنہیں اللہ تعالیٰ شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے جن کے بارے میں اُس نے اپنے اِس قول میں اشارہ فرمایا ہے: ﴿بے شک میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چلتا﴾“۔

(لمعات التنقيح ج٦ص٤٦٦)

نفس کی قسمیں اور عصمت

بخاری کی مذکورہ احادیث کی تشریح میں شارحین نے ”بِطَانَتَانِ“ سے نفس کی دو قسمیں بھی مراد لی ہیں، نفس امارہ اور نفس لوامہ، اور کہا ہے کہ معصوم وہ ہوتا ہے جس کو نفس مطمئنہ حاصل ہو۔ چنانچہ علامہ کرمانی اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں:

وَ”الْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ“ نَفْسًا مُّطْمَئِنَّةً ، أَولِكُلٍّ قُوَّةٌ مَلَكِيَّةٌ وَقُوَّةٌ حَيْوَانِيَّةٌ ، وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ رَجَحَ اللّٰهُ جَانِبَ الْمَلَكِيَّةِ.

”معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معصوم رکھے، اُسے نفسِ مطمئنہ سے نوازے، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر نفس کے لیے قوتِ ملکیہ اور قوتِ حیوانیہ ہوتی ہے اور معصوم وہ ہوتا ہے جس کی مَلکی (نورانی) جانب کو اللہ تعالیٰ غالب فرمادے“۔

(الكواكب الدري للكرماني ج٢٤ ص٢٣٧؛ عمدة القاري ج٢٤ ص٤٠١؛ فتح الباري ج١٧ ص٣٣؛

تعليقات على الكوكب الدري للزكريا الكاندهلوي ج٦ ص٦١٩ ،مطبعةالأروقة،الأردن)

صوفیہ کرام کے مطابق جب نفس لوامہ خیر و بھلائی پر پختہ ہوجائے تو وہ نفس مطمئنہ ہوجاتا ہے اور صاحب نفس مطمئنہ معصوم ہوجاتا ہے۔ چنانچہ امام قسطلانی اور دوسرے محدثین کرام لکھتے ہیں:

وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ نَفْسًا مُّطْمَئِنَّةً.

''اور معصوم وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نفس مطمئنہ عطا فرمادیا''۔

(إرشادالساري ج١٥ ص١٦٢ ؛حواشي سهارنپوري ج٢ ص٢٠١٨)

جو شیاطین الانس والجن سے محفوظ وہی معصوم

علامہ ابن بطال اور دوسرے محدثین حضرات لکھتے ہیں:

غَرَضُ الْبُخَارِيِّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ إِثْبَاتُ الْأُمُوْرِ لِلّٰهِ ، فَهُوَ الَّذِيْ يَعْصِمُ مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ وَسْوَاسٍ خَنَّاسٍ مِنَ الجِنَّةِ وَالنَّاسِ.

''امام بخاری کا مقصد اِس باب سے اللہ تعالیٰ کے لیے امور کو ثابت کرنا ہے، پس وہی شیطان کے معمولی وسوسوں سے معصوم رکھتا ہے اور جنّوں اور انسانوں میں سے ہر وسوسہ اندازی کرنے والے کے شر سے بھی''۔

(شرح صحيح البخاري لابن بطال ج١٠ ص٣١٠ ؛ التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن ج٣٠ ص١٥٣ ؛عمدة القاري ج٢٤ ص٤٠١)

محدث کرمانی لکھتے ہیں:

غَرَضُهُ إِثْبَاتُ الْأُمُوْرِ لِلّٰهِ تَعَالٰى ، فَهُوَ الَّذِيْ يَعْصِمُ مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ ، وَالْمَعْصُوْمُ مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ لَا مَنْ عَصَمَتْهُ نَفْسُهُ.

''امام بخاری کی غرض اللہ تعالیٰ کے لیے معاملات کو ثابت کرنا ہے، پس وہی شیطان کی چالوں سے بچاتا ہے، اور معصوم وہی ہے جسے اللہ بچائے نہ کہ وہ جو خود کو بچائے''۔

(الكواكب الدري للكرماني ج٢٤ ص٢٣٧)

لوگوں کے طبقات اور عصمت کے درجات

امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابوبکرالواسطی سے لوگوں کے طبقات اور عصمت کے درجات نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''لوگوں کے تین طبقات ہیں: پہلا طبقہ وہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انوارِ ہدایت کا احسان فرمایا تو وہ کفر،شرک اور نفاق سے معصوم ہوگئے۔ دوسرے طبقے پر انوارِ عنایت کا احسان فرمایا تو وہ کبائر وصغائر سے معصوم ہوگئے. وَالطَّبَقَةُ الثَّالِثَةُ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بِالْكِفَايَةِ ، فَهُمْ مَّعْصُومُوْنَ عَنِ الْخَوَاطِرِ الْفَاسِدَةِ وَحَرَكَاتِ أَهْلِ الْغَفْلَةِ. (اور تیسرے طبقہ پر کفایت کا احسان فرمایا ہے تو وہ فاسد خیالات اور غافل لوگوں کی حرکات سے معصوم ہوگئے''۔(۱)

(حلیۃالأولیاء لأبي نعیم ج۱۰ ص ۳۵۰)

سیدتنا فاطمہ علیہا السلام کی عصمت

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے واضح ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسرے نفوس مقدسہ پر عصمت کا اطلاق جائز ہے،لہٰذا بعض علماءِ ہند کا یہ لکھنا''اجماعِ اہلِ سنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے وہ اہل سنت سے خارج ہے'' نہ صرف یہ کہ مذکورہ بالا تقریباً پچیس

---

(۱) خیال رہے کہ ماضی قریب میں لاہور کے بعض زائغین نے امام ابونعیم کو اپنی بعض کتب میں روافض میں لکھ دیا تھا، یہ اُن کی بے جاشدت بلکہ حماقت تھی،اس لیے کہ امام ابونعیم شیعہ اور رافضی نہیں بلکہ ایسے سنی تھے کہ ردِّ روافض پر اُنہوں نے باقاعدہ ایک کتاب لکھی تھی۔۱۹۸۷ء،۱۴۰۷ھ میں مدینہ منورہ ''مکتبۃ العلوم والحکم'' سے ''کتاب الإمامۃ والرد علی الرافضۃ'' کے نام سے وہ کتاب شائع ہوچکی ہے۔دراصل ایسے احمق ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی احمقوں نے امام شافعی،امام ابن جریر طبری،امام عبدالرزاق صنعانی،امام حاکم نیشاپوری اور امام جامی وغیرہ کو بھی رافضی کہا تھا۔ماضی کو چھوڑ یئے حال ہی میں دیکھ لیجئے کہ بعض سفہاء نے عصرِ حاضر کے نامور علماء ومشائخ اہلِ سنت کو روافض کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔مثلاً علامہ ڈاکٹر پیر سید عبدالقادر جیلانی قادری، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری،علامہ پیر سید ریاض حسین شاہ نقشبندی،پیر سید انور حسین شاہ جیلانی قادری سدروی،علامہ حافظ پیر سید منور حسین شاہ جماعتی نقشبندی،قبلہ پیر سید سرور چشتی اجمیری،علامہ پیر سید شمس الرحمان مشہدی،پیر سید شمس الدین بخاری،صاحبزادہ حسان حبیب الرحمان نقشبندی،علامہ مفتی محمد اقبال چشتی حفظہم اللہ تعالیٰ ودامت برکاتہم اور دوسرے کئی حضرات۔

علماء اہلِ سنت کی تصریحات کے خلاف ہے بلکہ حدیث پاک کے بھی منافی ہے۔

سیدہ مریم علیہا السلام نبیہ نہیں تھیں لیکن اُنہیں اُن کی والدہ کے تعوذ کی بدولت شیطان سے پناہ مل گئی اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں تطہیر سے بھی نوازا تو وہ معصومہ قرار پائیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر دوسروں کے حق میں سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ سے بھی بڑھ کر مقبول الدعاء ہستی کی دعا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اُنہیں تطہیر سے بھی نواز دے تو کیا اُنہیں معصوم کہنا اور اُن پر عصمت کا اطلاق کرنا جائز ہوگا؟ آیئے! یہ سوال علماءِ اہلِ سنت سے حل کراتے ہیں۔
علامہ عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی متوفّٰی ۱۱۹۵ھ سیدہ مریم اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُمَا كَانَا مَعْصُوْمَيْنِ ، وَكَذٰلِکَ كُلُّ مَنْ كَانَ فِي صِفَتِهِمَا.

''پس وہ دونوں معصوم تھے اور اسی طرح ہر وہ انسان جو اُن دونوں کی صفت میں ہو''۔

(حاشية القونوي على البيضاوي ج٦ ص١٢١)

ظاہر ہے کہ اِن دونوں انسانوں میں سے ایک مرد ہے جو کہ نبی ہے اور دوسرا انسان اُس کی والدہ ہے اور وہ غیر نبی ہیں مگر اُن کے لیے اُن کی ماں نے بایں الفاظ دعا کی تھی ﴿إِنِّي أُعِيذُهَا بِکَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ﴿وَطَهَّرَکِ﴾ فرما کر تطہیر سے نواز دیا تو وہ بھی معصومہ قرار پائیں، لہٰذا اِن کی صفت پر کوئی دوسرا بندہ یا بندی ہو تو اُس پر بھی عصمت کا اطلاق ہوگا۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَحَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لِفَاطِمَةَ حِيْنَ زَوَّجَهَا عَلِيًّا: (اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُعِيْذُهَا بِکَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ) وَكَذَا قَالَ لِعَلِيٍّ حِيْنَئِذٍ رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانٍ مِنْ حَدِيْثِ أَنَسٍ ، وَدُعَاءُ النَّبِيِّ ﷺ أَوْلٰى بِالْقَبُوْلِ مِنْ دُعَاءِ امْرَأَةِ عِمْرَانَ فَأَرْجُوْ عِصْمَتَهَا وَأَوْلَادِهَا مِنَ الشَّيْطَانِ وَعَدَمَ مَسِّهٖ إِيَّاهُمْ.

''اور صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا سیدنا علی علیہ السلام سے نکاح فرمایا تو اُن کے حق میں یوں دعا فرمائی: ''اے اللہ! میں اس کو اور اس کی ذریت کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتا ہوں'' اور اسی طرح سیدنا علی علیہ السلام کے لیے بھی اُسی وقت یہی دعا فرمائی۔ اِس حدیث کو ابن حبان نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور نبی کریم

ﷺ کی دعا زوجۂ عمران کی دعا سے زیادہ قبول ہے،لہٰذا میں پُر امید ہوں کہ سیدہ فاطمہ اور اُن کی اولاد عصمتِ الٰہی میں ہیں شیطان سے اور اُس کے چھونے سے''۔

(تفسير المظهري ج ٢ ص ٤٦)

اِس دعا میں سیدنا علی،سیدہ فاطمہ اور اُن کی ذریت شامل ہیں اور اُدھر آیت تطہیر میں سیدنا علی،سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین علیہم السلام شامل ہیں۔نتیجہ کیا نکلا؟ سب پر ظاہر ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ شیعہ اِن ہستیوں کو معصوم کہتے ہیں،سو اگر ہم بھی اِنہیں معصوم مان لیں تو پھر شیعہ کو فائدہ پہنچے گا،لہٰذا ہم نہیں مانتے۔شاباش! سنی ہو تو ایسا ہو۔

شیطان کے مس سے حفاظت کیا سیدہ مریم وعیسیٰ کی خصوصیت ہے؟

بظاہر تو یہ لگتا ہے کہ یہ اُن دونوں ہستیوں کی خصوصیت ہے لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عام لوگوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے فرمایا ہوگا کہ سب لوگوں کو پیدائش کے وقت شیطان چھوتا ہے ماسوا مریم اور اُن کے فرزند کے۔انبیاء کرام علیہم السلام کو اِس سے چھونے مستثنیٰ ماننا لازم ہے،ورنہ تو نبی کریم ﷺ کا استثناء بھی محل نظر ہوگا۔اِس لیے یہ الفاظ حق ہیں ''فَإِنَّهُمَا كَانَا مَعْصُومَيْن ، وَكَذٰلِك كُلُّ مَنْ كَانَ فِي صِفَتِهِمَا'' (پس وہ دونوں معصوم تھے اور اسی طرح ہر وہ انسان جو اُن دونوں کی صفت میں ہو) دراصل یہ الفاظ علامہ زمخشری کے ہیں لیکن میں نے حکمتاً اُن کی بجائے علامہ قونوی سے نقل کیے ہیں۔علامہ ابن عجیبہ سیدہ مریم وعیسیٰ علیہما السلام کی یہ شان بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قُلْتُ: وَكَذَا الْأَنْبِيَاءُ كُلُّهُمْ ، لَا يَمَسُّهُمْ لِمَكَانِ الْعِصْمَةِ.

''میں کہتا ہوں: اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو شیطان اُن کی عصمت کی وجہ سے نہیں چھوتا''۔

(البحر المديد ج ١ ص ٣٤٧)

علامہ عبدالقاھر جرجانی متوفیٰ ۴۷۱ھ سیدہ مریم اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کی شیطان سے محفوظیت کے ذکر بعد لکھتے ہیں:

وَهٰذَا عَمُوْمٌ بِمَعْنَى الْخُصُوْصِ ، لِأَنَّهُ رُوِيَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ نَزَلَتْ يَحْرُسُوْنَ نَبِيَّنَا ﷺ حِيْنَ وُلِدَ ، وروي أن فاطمة الكبرىٰ وضعت عليا في جوف الكعبة ،

ولاسبيل للشيطان إليها.

''یہ عموم خصوص کے معنیٰ میں ہے، کیونکہ منقول ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولادت کے وقت فرشتے حفاظت کے لیے اترے تھے، اور یہ بھی منقول ہے کہ سیدہ فاطمہ بنت اسد نے سیدنا علی علیہا السلام کو کعبہ کے اندر جنم دیا تھا تو اُن کی طرف شیطان کا کوئی راستہ نہیں تھا''۔

(درج الدرر ج۱ ص ۳۹۲،۳۹۳)

سیدہ مریم کا حسی اور معنوی نقائص سے پاک ہونا

سب کی عبارات نقل کرنا دشوار ہے ورنہ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ سیدہ مریم علیہا السلام تمام قسم کی ظاہری اور باطنی رجس، عیوب حتیٰ کہ وسوسہ تک سے بھی پاک تھیں۔ چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''سیدہ مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُن کی کثرتِ عبادت، زھد، شرف اور کدورت ووسواس، برے اخلاق اور بری صفات (اور یہ سب معنوی طہارت ہے) سے منزہ ہونے کی وجہ سے منتخب فرمالیا ہے۔ پھر اُنہیں ثانیاً تطہیر حسی کے لیے منتخب کیا، جیسا کہ حیض ونفاس سے پاک ہونا اور بغیر جماع کے ولادت ہونا اور اُنہیں اُن کے زمانے کی عورتوں پر فضیلت دینا۔ پس یہ طہارت ظاہری میل کچیل اور پلیدیوں حیض ونفاس وغیرہ سے ہے، اور تمام عیوب ونقائصِ بشری خواہ حسی ہوں یا معنوی سے منزہ کیا تھا، اور اسی طرح سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی شان تھی، وہ بھی حیض ونفاس سے پاک تھیں، اسی لیے اُن کا لقب زہراء ہوا''۔

(التفسير المنير ج۲ ص ۲٤۳)

کیا سیدہ فاطمہ بھی اسی طرح تھیں؟

جب سیدہ مریم علیہا السلام کی یہ شان ہے تو سیدتنا فاطمۃ الزہراء علیہا السلام تو اُن سے اور کائنات کی تمام خواتین سے افضل تھیں۔ چنانچہ امام ابن عساکر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَربعُ نِسوَةٍ سَادَاتُ عَالَمِهِنَّ: مَريَمُ بِنتُ عِمرَانَ، وَآسِيَةُ بِنتُ مُزَاحِمٍ، إمرَأَةُ فِرعَونَ، وَخدِيجَةُ بِنتُ خُوَيلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنتُ مُحَمَّدٍ وَأَفضَلُهُنَّ عَالَمًا فَاطِمَةُ.

''چار خواتین اپنے زمانہ کی سادات ہیں: حضرت مریم بنت عمرانؑ، حضرت آسیہ بنت مزاحمؑ یعنی فرعون کی بیوی، سیدتنا خدیجہ بنت خویلدؓ، اور سیدتنا فاطمۃ الزہراء بنت محمد صلوٰت اللّٰہ علیھما وسلامه، اور وہ اپنے عالَمُ (جہاں) کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں''۔

(تاریخ دمشق ج۷۰ ص۱۰۷،۱۰۸؛مختصر تاریخ دمشق ج۲۶ ص۸۵؛الدر المنثور للسیوطي ج۲ ص۱۹٤؛جمع الجوامع ج۱ ص۳۷۸ ح:۲۷۹۱؛مسند فاطمة الزهراء للسیوطي ص۶۲ ح:۱٤٥؛ ذخائر العقبیٰ ص۵۷،وط:ج۱ ص۱۹۲؛کنز العمال ج۱۲ ص۱٤٥ ح:۳٤٤۱۱؛روح المعاني ج ۳ جز۳ ص۳٤۸،وط:ج٤ ص۱۸۲؛تبیان القرآن ج۵ ص۱۵۵)

ایک مشورہ

اگر ہم مسلمان سیدہ مریم علیہا السلام کی یہ شان تسلیم کریں اور بیان بھی کریں تو کیا عیسائی خوش نہیں ہوں گے؟ ضرور ہوں گے، اور اسی طرح اگر ہم سنی سیدتنا فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی ایسی ہی بلکہ اِس سے بھی زیادہ شان تسلیم کریں اور بیان بھی کریں تو کیا شیعہ خوش نہیں ہوں گے؟ ضرور ہوں گے، لہٰذا کیا خیال ہے اسلام کی خاطر سیدہ مریم علیہا السلام کے فضائل وعصمت کو مسترد نہ کردیں اور سنیت کی خاطر سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے فضائل وعصمت کا انکار نہ کردیں؟

اہلِ کساء اور دوسروں کی عصمت میں چند فرق

۱۔ قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعتراف کیا کہ اُس کا اللہ تعالیٰ کے مُخْلَصِیْنَ (خالص کیے ہوئے) بندوں پر داؤ نہیں چلے گا۔(الحجر: ٤٠، صٓ: ۸۳) اور اہل کساء علیہم السلام اِس قدر مُخْلَصِیْنَ ہیں کہ پوری امت سے اولاً اہل بیت خاص ہیں جن میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی شامل ہیں اور قرآن کی نص سے وہ دوسری تمام خواتین سے افضل ہیں۔ پھر اہل کساء علیہم السلام اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن سے بھی خاص ہیں، یہی وجہ ہے کہ بعض امہات مبارکہ چادر میں شامل ہونا چاہتی تھیں مگر رسول اللہ ﷺ نے شامل نہیں فرمایا تھا۔ ہم اِس مسئلہ کی مکمل تحقیق اپنی کئی کتب میں کرچکے ہیں۔ سو جب وہ پوری امت میں سب سے بڑھ کر مُخْلَصِیْنَ ہیں تو پھر اُن کی عصمت کا دوسروں کی عصمت سے بلند ہونا ضروری ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان پر واضح فرمادیا تھا:

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ. وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ.

''بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا، ماسوا اُن کے جو تیری پیروی کرتے ہیں گمراہوں سے۔ اور بے شک جہنم وعدہ کی جگہ ہے اُن سب کے لیے''۔[الحجر: ٤٢، ٤٣]

ظاہر ہے کہ اہل کساء علیہم السلام ''غَاوِیْنَ'' سے نہیں بلکہ ھادیین اور مہدیین سے ہیں اور فقط جنتی نہیں بلکہ سردارانِ جنت ہیں اور اُن سے محبت و اتباع کے بغیر کسی کو جنت نصیب ہی نہیں ہو سکتی، لہٰذا جس طرح اُن کی ذواتِ مقدسہ کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اِسی طرح اُن کی عصمت کو بھی دوسروں کی عصمت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ حدیث الثقلین کی رو سے اہل کساء علیہم السلام قرآن مجید کے ساتھ دوسرا ثقلِ اکبر ہیں، اور جس طرح قرآن مجید کتابِ متبوع ہے اسی طرح اہل کساء علیہم السلام کی ذواتِ مقدسہ بھی متبوعین ہیں، یعنی نہ قرآن مجید فقط الماری کی زینت و برکت کے لیے ہے اور نہ ہی اہل کساء علیہم السلام خالی خولی محبت اور دعاؤں میں وسیلہ کے لیے ہیں بلکہ کتاب و عترت دونوں اتباع کے لیے ہیں، سو جب وہ متبوع ہستیاں ہیں تو نفس و شیطان کے مکر و فریب سے اُن کا معصوم ہونا دوسروں کے معصوم ہونے سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

۳۔ اہل کساء علیہم السلام آیت تطہیر کا خاص مصداق ہیں اور ہر طرح کے رجس کو اُن سے دور رہنے پر پابند کیا گیا ہے، کسی قسم کی لغزش اور خطا اُن کے قریب نہیں پھٹک سکتی، لہٰذا اُنہیں معصوم ماننا فقط جائز ہی نہیں بلکہ دعائے نبوی اور اہتمام الٰہی کی قدر کرتے ہوئے اُنہیں معصوم ماننا واجب ہے۔ یاد رکھیے! فسق و فجور، خطا، شک اور وسوسہ وغیرہ سب ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ سے ہیں اور ہر طرح کا رِجس اہل کساء علیہم السلام سے دور رہنے پر مجبور ہے۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن بھی اہل بیت میں شامل ہیں مگر اہل کساء علیہم السلام اُن سے مخصوص ہیں۔ کتنا مخصوص ہیں؟ یہ فرق جاننے کے لیے ہمارے دو رسالوں کا مطالعہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ (۱) اہل کساء کا مقام، حقائق و اوہام (۲) گھر والے اور در والے۔

۴۔ علماء اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نفس مطمئنہ عطا فرما دے وہ معصوم ہے۔ نفس مطمئنہ بعض لوگوں کو بتدریج حاصل ہوتا ہے کیونکہ نفس لوامہ ہی ترقی کر کے نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور بعض خوش نصیب

جبلۃً یعنی پیدائشی طور پر ہی نفس مطمئنہ والے ہوتے ہیں اور جس شخص کو نفس مطمئنہ نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے لیے ارشاد فرماتا ہے:

يَـا أَيَّتُهَـا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً.فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي.(الفجر: ۲۷،۳۰)

’’اے نفسِ مطمئن! لوٹ آ اپنے رب کی طرف اِس حال میں کہ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا‘‘۔

خود غور فرمایئے کہ جن ہستیوں کو جنت نہیں بلکہ جنت کی سیادت سے نوازا گیا اور وہ بھی اُن کی عملی اور مکلّف زندگی سے قبل تو اُن کے نفسِ مطمئنہ کا کیا مقام ہوگا اور اُن کی عصمت کتنا بلند ہوگی؟

اہل کساء کا معیارِ عصمت ہونا

اہل کساء علیہم السلام عصمت کے محتاج نہیں بلکہ عصمت اپنے وجود کے ثبوت کے لیے اُن کی محتاج ہے۔

- عصمت کیا ہوتی ہے اور اِس کا نمونہ کیا ہے؟
- بعد از انبیاء کرام علیہم السلام اُمت میں وہ کون سی ہستیاں ہیں جن کو عصمت کے لیے اُسوہ اور معیار سمجھا جا سکتا ہے؟

بالیقین یہ وہی ہستیاں ہیں جنہیں بطورِ متبوع قرآن مجید کے ساتھ چھوڑا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر تم نے اُن کے دامنِ عمل کو تھامے رکھا تو میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے، لہٰذا یہ ہستیاں عصمت وطہارت کی محتاج نہیں بلکہ معیارِ عصمت ہیں۔ اربابِ بصیرت سے پوچھئے تو اُن کا مشاہدہ یہ ہے کہ یہ ہستیاں عین طہارت ہیں اور جو شخص دِل کے ساتھ اُن سے تمسک کرے تو وہ بھی طاہر و معصوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مشہور حدیث ’’سَلْمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ ‘‘ کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وَ لِمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَبْـدًا مَحضًا قَدْ طَهَّرَهُ اللّٰهُ وَأَهْلَ بَيْتِهٖ تَطْهِيْرًا وَأَذْهَبَ عَـنْهُمُ الرِّجْسَ ، وَهُوَ كُلُّ مَايَشِيْنُهُمْ ، فَإِنَّ الرِّجْسَ هُوَ الْقَذْرُ عِنْدَ الْعَرَبِ ، هٰكَذَا حَكَى الْفَرَّاءُ.قَالَ تَعَالىٰ : ﴿إِنَّـمَـا يُـرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ فَلا يُـضَافُ إِلَيْهِمْ إِلَّا مُطَهَّرٌ ، وَلَا بُدَّ فَإِنَّ الْمُضَافَ إِلَيْهِمْ هُوَ

الَّـذِي يَشْبَهُهُـمْ ، فَـمَـا يُـضِيـفُونَ لِأَنفُسِهِمْ إِلَّامَنْ لَهُ حُكْمُ الطَّهَارَةِ وَالتَّقْدِيسِ ، فَهٰذِهِ شَهَادَةٌ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ لِسَلْمَانَ الْفَارِسِيّ بِالطَّهَارَةِ وَالْحِفْظِ الإلٰهِيِّ وَالْعِصْمَةِ حَيْـثُ قَـالَ فِيْـهِ رَسُـوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''سَـلْـمَـانُ مِـنَّـا أَهْـلَ الْبَيْتِ '' وَ شَهِدَ اللّٰهُ لَهُمْ بِـالتَّـطْهِيْـرِ وَذِهَابِ الرِّجْسِ عَنْهُمْ . وَ إِذَا كَانَ لَا يُضَافُ إِلَيْهِمْ إِلَّا مُطَهَّرٌ مُّقَدَّسٌ وَحَـصَـلَـتْ لَـهُ الْعِـنَـايَةُ الإلٰهِيَّةُ بِـمُـجَرَّدِ الإِضَافَةِ ، فَمَا ظَنُّكَ بِأَهْلِ الْبَيْتِ فِيْ نُفُوْسِهِمْ فَهُمُ الْمُطَهَّرُوْنَ بَلْ هُمْ عَيْنُ الطَّهَارَةِ.

''کیونکہ رسول اللہ ﷺ خالص عبد ہیں،اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہل بیت کو کامل طہارت سے نوازا اور اُن سے رجس کو دور کر دیا،اور ہر معیوب چیز رجس ہے، کیونکہ عرب کے نزدیک رجس ہر نامناسب چیز کو کہتے ہیں،جیسا کہ امام فراء نے بیان کیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے اہل بیت اور تمہیں پوری طرح پاک صاف کر دے﴾ پس اہل بیت کرام علیہم السلام کی طرف فقط پاک کی ہی نسبت کی جا سکتی ہے،اور لازمی ہے کہ اُن کی طرف اُسے منسوب کیا جائے جو اُن کے مشابہ ہو،پس اہل بیت اپنی طرف نہیں منسوب کریں گے مگر اسی کو جس کے لیے طہارت وتقدیس کا حکم حاصل ہو، پس رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے حق میں طہارت،حفظِ الٰہی اور عصمت کی شہادت دی،جب آپ نے فرمایا: ''سلمان ہم اہل بیت سے ہے'' جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کرام علیہم السلام کے لیے تطہیر اور ہر عیب سے منزہ ہونے کی گواہی دی ہے،اور جب اُن کی طرف فقط وہ مطہر ومقدس شخص ہی منسوب ہو سکتا ہے جس کو یہ عنایت الٰہی محض اِسی نسبت کی وجہ سے حاصل ہوئی تو پھر اہل بیت کرام علیہم السلام کے نفوس کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جو طاہرین ہی نہیں بلکہ عین طہارت ہیں''۔

(الفتوحات المكية ج١ ص٢٩٨)

علامہ تقی الدین مقریزی اور امام مناوی نے بھی اسی طرح لکھا ہے اور فاضل بریلوی نے شیخ اکبر کے اِس کلام کو مفید اور عمدہ قرار دیتے ہوئے اِس کے مطالعہ کی ترغیب دی ہے۔

(فضل أهل البيت للمقريزي ص٤٤؛ فيض القدير للمناوي ج٤ ص١٠٦ ؛فتاوى رضويه ج١٥ ص

(۷۳۶

خیال رہے کہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اِس کلام میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی شان میں لفظِ عصمت مُطَهَّرٌ اور مُقَدَّسٌ فقط اِس لیے استعمال کیے ہیں کہ اُن کی نسبت اُن اہل بیت کی طرف فرمائی گئی جو عین طہارت ہیں۔ ایک مرتبہ اُن کی عبارت میں پھر غور فرمالیجئے۔

الغرض بعد از انبیاء کرام علیہم السلام اگر طہارت وعصمت کو پیکرِ محسوس میں دیکھنا ہوتو اہل کساء علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی بھی پیکرِ عصمت نہیں ہے، جو قول وفعل اُن سے صادر ہو گیا وہی حق، وہی سچ، وہی طہارت اور وہی نمونۂ عصمت ہے۔

اہل کساء محفوظ الافعال ہی نہیں، محفوظ الاقوال بھی ہیں

اہل کساء علیہم السلام عصمت کے جس مقام پر فائز ہیں وہاں حق، خیر اور صواب اپنی تمام صورتوں کے ساتھ کھچ کھچ کر آتے ہیں اور باطل، شر اور خطا اُن سے دُور دُور بھاگتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا یوں نہیں فرمائی کہ اے اللہ! جدھر حق ہو اُن کو اُدھر پھیر دے بلکہ یوں دعا مانگی کہ جدھر وہ ہوں حق کو اُدھر کر دے۔ یہاں ہم آپ کے سامنے شاہ اسماعیل شہید کا ایسا کلام پیش کر رہے ہیں جس میں نہ صرف یہ کہ اِس مفہوم کی احادیث مذکور ہیں بلکہ یہ بھی مذکور ہے کہ معصوم کے افعال تو کیا اُس کے تمام اقوال واحوال بھی محفوظ ہوتے ہیں اور عصمت اُنہیں حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ''مقاماتِ ولایت میں سے ایک مقامِ عظیم عصمت ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عصمت کی حقیقت حفاظتِ غیبی ہے جو معصوم کے تمام اقوال، افعال، اخلاق، احوال، اعتقادات اور مقامات کو راہِ حق کی طرف کھینچ کر لے جاتی ہے اور حق سے روگردانی کرنے سے مانع ہوتی ہے۔ یہی حفاظت جب انبیاءؑ سے متعلق ہو تو اُسے عصمت اور اگر کسی دوسرے کامل سے متعلق ہو تو اُسے حفظ کہتے ہیں۔ پس عصمت اور حفظ حقیقت میں ایک ہی چیز ہے لیکن ادب کے لحاظ سے عصمت کا اطلاق اولیاء اللہ پر نہیں کرتے۔
>
> حاصل یہ کہ اِس مقام میں مقصود یہ ہے کہ یہ حفاظت غیبی جیسا کہ انبیائے کرام کے متعلق ہے ایسا ہی اُن کے بعض اکابر متبعین کے متعلق ہوتی ہے، إلـىٰ أَنْ قَـالَ ......اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

حضرت علیؓ کے حق میں دعا کی:

اللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ.

''اے اللہ! جس جگہ علی جائے اُس کے ساتھ حق جاری رکھ''۔

اور فرمایا:

الْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ.

''قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ''۔

اور فرمایا:

إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ : كِتَابَ اللّٰهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي ، وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتّٰى تَرِدَا [يَرِدَا] عَلَيَّ الْحَوْضَ.

''میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں: ایک تو کتاب ہے اور دوسری میرے اہل بیت اور یہ دونوں تم سے جدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر آئیں گے''۔

(منصبِ امامت ص٦٦،٦٧،٦٨)

حق وصواب اہلِ عصمت کی جستجو میں

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک سے زائد مقامات پر غیر انبیاء کی عصمت کا ذکر کیا ہے، اُن میں سے ایک مقام پر اُنہوں نے فرمایا ہے کہ بعض اہل عصمت ایسے بھی ہوتے ہیں کہ حق وصواب اُن کی جستجو میں رہتا ہے اور جو کچھ اُن کی سیرت سے ظاہر ہوتا ہے وہی حق ہوتا ہے، ایک اور مقام پر شاہ صاحب نے امت کے تین طبقات بتائے ہیں اور اُن میں سے پہلے طبقہ کے بارے میں عصمت کا قول کیا ہے اور وہ پہلا طبقہ حضور ﷺ کے خاص اہل بیت ہیں۔ یہاں ہم اُن کے کلام سے مخصوص جملے نقل کر رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

وَكَذٰلِكَ نَقُوْلُ لَارَيْبَ عِنْدَ أَحَدٍ عَامِيًا كَانَ أَوْعَالِمًا إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ كَانُوْا مَجْبُوْلِيْنَ عَلَى الصِّدْقِ وَالْعِفَافِ وَالْوَرْعِ وَالْأَعْمَالِ الْحَسَنَةِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ أَيْضًا ، وَإِنَّ قَوْمًا سِوَى الْأَنْبِيَاءِ يُجْبَلُوْنَ عَلَيْهَا أَيْضًا ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْخَصْلَةَ هِيَ الْمُسَمَّاةُ بِالْعِصْمَةِ.

’’اوراسی طرح ہم کہتے ہیں: اِس بات میں کسی کوشک نہیں خواہ کوئی عامی ہو یا عالم کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام قبل از نبوت بھی سچائی، پاک دامنی، تقویٰ اور اعمالِ حسنہ کی جبلّی (پیدائشی) عادت پر ہوتے ہیں، اور بلاشبہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے علاوہ بھی ایک قوم اِسی جبلّی خصلت پر ہوتی ہے اور اِس خصلت کا نام عصمت ہے‘‘۔

(التفهيمات الإلٰهية ج۲ ص۲۱)

ایک اور مقام میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

وَإِذَا تَـمَّتِ الْعِصْمَةُ كَانَتْ أَفَاعِيْلُهُ كُلُّهَا حَقَّةً ، لَا أَقُوْلُ أَنَّهَا تُطَابِقُ الْحَقَّ بَـلْ هِـيَ الْـحَـقُّ بِـعَيْنِهَا ، بَلِ الْحَقُّ أَمْرٌ يَنْعَكِسُ مِنْ تِلْكَ الْأَفَاعِيْلِ كَالضَّوْءِ مِنَ الشَّـمْـسِ ، وَإِلَيْهِ أَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَيْـثُ دَعَـا الـلّٰهَ تَعَالىٰ لِعَلِيٍّ:’’اَللّٰهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ‘‘ وَلَمْ يَقُلْ:أَدِرْهُ حَيْثُ دَارَ الْحَقُّ.

’’اور جب عصمت پوری ہوجاتی ہے تو اُس کے تمام کے تمام افعال حق ہوجاتے ہیں، میں یہ نہیں کہہ رہا کہ وہ حق کے مطابق ہوجاتے ہیں بلکہ بعینہٖ وہ حق ہوجاتے ہیں بلکہ حق ایسا امر ہے جو اُن افعال سے یوں ظاہر ہوتا ہے جس طرح روشنی آفتاب سے، اور اسی کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے سیدنا علی علیہ السلام کے لیے یوں دعا مانگی تھی: ’’اے اللہ! حق کو اُدھر کردے جدھر وہ ہو‘‘ اور آپ نے یہ نہیں فرمایا: اُس کو اُدھر کردے جدھر حق ہو‘‘۔

(التفهيمات الإلٰهية ج۲ ص۲۲)

گویا کہ وہ انبیاء ہیں

مقامِ غور ہے کہ یہاں شاہ صاحب نے اہلِ کساء کی نہیں بلکہ غیر اہلِ کساء کی عصمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ حق کے پیچھے نہیں جاتے بلکہ حق اُن کے پیچھے آتا ہے اور اُن کے افعال سے ہی حق روشن ہوتا ہے۔ سیدنا علی علیہ السلام کا ذکر اُنہوں نے مثال کے طور پر کیا ہے کیونکہ اُن کی ایسی شان کا ذکر منصوصاً حدیث نبوی ﷺ میں آچکا ہے۔ ذرا اندازہ فرمائیے کہ جب دوسرے اہلِ حکمت کی عصمت کا یہ عالم ہے تو پھر اُس ہستی کے مقامِ

عصمت کا کیا عالم ہوگا جن کی شان میں ارشادِ نبوی ﷺ آیا ہے کہ ''أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا'' (میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں) شاہ صاحب ذرا آگے چل کر مطلقاً اربابِ حکمت و وجاہت اولیاء کرام کی توصیف میں لکھتے ہیں:

ثُمَّ يَثْبُتُ لَهُمُ الْعِصْمَةُ التَّامَّةُ وَالْحِكْمَةُ الْكَامِلَةُ وَالْوَجَاهَةُ الْعَامَةُ فَيَصِيْرُوْنَ كَأَنَّهُمْ اَنْبِيَاءُ وَلٰكِنْ لَمْ يُوْحَ إِلَيْهِمْ.

''پھر اُن کے لیے پوری عصمت، کامل حکمت اور مکمل وجاہت ثابت ہوجاتی ہے تو وہ ایسے ہوجاتے ہیں گویا کہ وہ انبیاء ہیں لیکن اُن کی طرف وحی نہیں کی جاتی''۔

(التفهيمات الإلٰهية ج۲ ص۲۳)

''كَأَنَّهُمْ اَنْبِيَاءُ وَلٰكِنْ لَمْ يُوْحَ إِلَيْهِمْ'' (گویا کہ وہ انبیاء ہیں لیکن اُن کی طرف وحی نہیں کی جاتی) یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں؟ یہ بھی شاہ صاحب سے پوچھ لیتے ہیں۔ شاہ صاحب نے نبی کریم ﷺ کے دینی ورثاء کی تین قسمیں بیان کی ہیں، وہ اُن میں سے پہلی قسم کے بارے میں لکھتے ہیں:

پس وارث آنحضرت [ﷺ] بسہ قسم منقسم اند، فَوَارِثُهُ الَّذِيْنَ أَخَذُوا الْحِكْمَةَ وَالْعِصْمَةَ وَالْقُطْبِيَّةَ الْبَاطِنِيَّةَ هُمْ أَهْلُ بَيْتِهٖ وَخَاصَّتِهٖ.

''پس آنحضرت ﷺ کے ورثاء کی تین قسمیں ہیں: سو آپ کے وہ ورثاء جنہوں نے حکمت، عصمت اور قطبیتِ باطنیہ حاصل فرمائی وہ آپ ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے خاص ہیں''۔

(التفهيمات الإلٰهية ج۲ ص۲۳)

شاہ صاحب نے ''أَهْلُ بَيْتِهٖ'' کے ساتھ ''وَخَاصَّتِهٖ'' کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل بیت میں سے پھر رسول اللہ ﷺ کے مخصوص کون ہیں؟ اِس کی وضاحت خود ارشادِ نبوی ﷺ سے ہوجاتی ہے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے سیدنا حسن، سیدنا حسین، سیدنا علی اور سیدتنا فاطمہ علیہم السلام پر چادر ڈالی اور پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي.

''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں''۔

(جامع الترمذي ج٦ ص١٧٤، ١٧٥ ح: ٣٨٧١)

اِس سے معلوم ہوا کہ حکمت، عصمت اور قطبیتِ باطنیہ کی اوّلین امین یہی ذواتِ مقدسہ ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے فرزندار جمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شیعہ کے مشہور اعتراض کہ سنی لوگ دوسروں کو امامِ مذہب مانتے ہیں لیکن اہل بیت کرام کو نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

جواب این کیدآنکه امام نائب نبی ست،ونائب نبی صاحب شریعت است نه صاحب مذہب،زیراکه مذهب نام راہی ست که بعضے امتیاں را در فہمِ شریعت کشاده شودوبعقل خود چندقاعده قرار دہند که موافق آن قواعداستنباط مسائل شرعیه ازماخذآن نماید، ولہٰذا محتمل صواب وخطامی باشد،وچون امام معصوم ازخطاست وحکم نبی دارد نسبت مذہب باونمودن ہیچ معقول نمے شود......۔

”جواب اس کید (مکر) کا یہ ہے کہ امام صرف نائب نبی کا ہے اور نبی صاحبِ شریعت ہے نہ کہ صاحبِ مذہب، اس لیے کہ مذہب نام ایک راہ کا ہے کہ بعض امتیوں کی فہم شریعت میں کھل جاتی ہے اور اپنی عقل سے چند قاعدے قرار دیتے ہیں کہ موافق اُن قاعدوں کے مسائل شرعیہ اُس کے مآخذ سے نکالتے ہیں، اسی لیے اُن میں احتمال صواب وخطا کا ہوتا ہے، اور چونکہ امام خطا سے معصوم ہے، حکم نبی کا رکھتا ہے نسبت مذہب کی جس میں صواب وخطا کا احتمال ہے امام کی طرف معقول نہیں......“۔

(تحفه اثنا عشریه فارسي،مطبع منشی نامی نول کشورلکھنوص ۷۲؛هدیه مجیدیه ترجمه تحفه اثناعشریه،میرمحمدکتب خانه ، کراچي ص ۱۳۱)

عصمت اُن کی نگہبانی یوں کرتی ہے جیسے انبیاء کی

شاہ اسماعیل شہید نے بھی تقریباً شاہ ولی اللہ کی طرح گفتگو کی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ کی وہی مہربانی جو ازل الآزال میں اُس صاحب کمال کے بارے میں عنایت ہوئی ہے، ہر وقت اور ہر مرتبہ میں اُس کو نئی مہربانی اور تازہ تربیت کے ساتھ پسندیدہ افعال اور صحیح عقائد اور عمدہ اخلاق اور اچھی رسموں اور معاملوں کی طرف کشاں کشاں لے آتی ہے، ناپسندیدہ

کاموں اور غلط عقیدوں اور برے کاموں اور خراب معاملوں اور رسموں سے طرح طرح کے واقعات اور تصرفات کے ساتھ نگاہ رکھتی ہے۔پس وہ ضرور انبیاء کی اُس محافظت جیسی نگہبانی کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے جس کو عصمت کہا جاتا ہے''۔

(صراط مستقيم فارسي ص ٣٥ ،المكتبة السلفية ،شيش محل روڈ،لاهور ،ومترجم اردو ص ٦١، دار الكتاب ديوبند يوپي)

شاہ اسماعیل صاحب ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

''اور بعض اہل کمال نورِ جبلّی اور عنایتِ ازلی کے باعث بھلے کو برے سے تمیز کر کے اپنے آپ کو قبائح مذکورہ سے پاک رکھتے ہیں،اور اگر کبھی اُن سے اُمورِ مذکورہ کی طرف کچھ رغبت اور توجہ ہو جائے تو اُن کے ارادے کے دامن کو ازلی عنایت پکڑ عجیب وغریب معاملات سے اُن گندگیوں کے ساتھ آلودہ ہونے سے باز رکھتی ہے کہ ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأٰى بُرْهَانَ رَبِّهٖ ، كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ اسی معاملہ کی حکایت ہے،اور یہ حفظ انبیاء اور حکماء کا نصیب ہے اور اِسی کو عصمت کہتے ہیں''۔

(صراط مستقيم فارسي ص٣٦ ،ومترجم اردو ص ٦٢)

جب دوسرے اہل کمال اپنے نورِ جبلّی اور عنایتِ ازلی سے عصمت کے ایسے مقام پر فائز ہو سکتے ہیں تو پھر اُن اہل کساء علیہم السلام کی عصمت کا کیونکر اندازہ کیا جا سکتا ہے جو نورِ محمدی کا حصہ ہیں اور جن کو کائنات کے سب سے عظیم نور نے اپنی چادر میں لے لیا تھا اور بقول امام سمہودی:

فَأَقَامَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ مَقَامَ نَفْسِهٖ.

''پس اُنہیں اِس معاملہ میں اپنے مقام پر رکھا تھا''۔

(جواهر العقدين للسمهودي ص ٢٠٤ ؛الصواعق المحرقة ص ٤٢٢)

میں سمجھتا ہوں: نورِ ازلی کی بدولت جس مقامِ طہارت وعصمت پر یہ نفوس مقدسہ فائز تھے اُسی کو مدنظر رکھتے ہوئے اِن ہستیوں کو مباہلہ کے لیے منتخب کیا گیا تھا ورنہ معمر اہل اسلام کی کوئی کمی تو نہیں تھی۔

فی الجملہ مذکور الصدر تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہل کساء علیہم السلام فقط محفوظ الافعال ہی نہیں بلکہ محفوظ الاقوال

بھی تھے۔پس اگر سیدۂ کائنات علیہا السلام کے مطالبۂ فدک کی روایت درست ہو تو ہم اُن کے قول کو برحق سمجھتے ہیں اور ہم اِس تصور سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں کہ کسی مومن کی زبان پر یہ الفاظ آئیں کہ ''وہ خطا پر تھیں''۔

کیا معصوم و مطہر ہستی حرام کی خواہش کرسکتی ہے؟

بعض شارحینِ بخاری نے لکھ مارا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کو فدک نہ دے کر اُنہیں مالِ حرام سے بچایا تھا۔

(الكوثر الجاري للكوراني ج٦ ص٨، ح:٣٠٩٣، دارالكتب العلمية)

محدث کورانی کا یہ قول عقل سے کورا ہے اور اِسے قبول بھی وہی لوگ کرسکتے ہیں جو عقل سے کورے ہوں۔ مالِ حرام کھانا تو کیا، اُس کی طلب کے درپے ہونا تو کیا فقط اُس کی خواہش کا پیدا ہونا بھی ذہنی اور قلبی رِجس کے زمرے میں آتا ہے۔اس کو حدیث پاک میں تین ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے بیان کیا گیا ہے، جن میں سے ایک چیز ''هَوًى مُتَّبَعٌ'' (پیروی کی ہوئی خواہش) ہے۔اصحابِ قلوبِ صافیہ کسی حرام یا ناجائز چیز کی طلب سے تو کیا اُس کے خیال سے بھی پاک ہوتے ہیں۔صوفیہ کرام نے خیالات یعنی ''الخَوَاطِر'' پر باقاعدہ باب قائم کیے ہیں۔وہ فرماتے ہیں:

''دل پر جو بات وارد ہو اُسے خاطر کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ فرشتے کی طرف سے القاء ہونا

۲۔ شیطان کی طرف سے القاء ہونا

۳۔ نفس کی طرف سے خیالات کا آنا

۴۔ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہونا۔

اگر فرشتے کی جانب سے خیال ہو تو اُسے الہام کہتے ہیں، اگر شیطان کی طرف سے ہو تو اُس کو وسوسہ کہتے ہیں، اگر نفس کی طرف سے ہو تو اُسے ''ھواجس'' (ایسی خواہش جس کی تکمیل کے لیے نفس بضد ہو) کہتے ہیں اور اللہ جل جلالہ کی طرف سے ہو تو اُسے خَاطِرُ حَقٍّ (القاءِ حق) کہتے ہیں''۔

(الرسالة القشيرية، دار المنهاج ص ٢٨٤)

بولیے سیدہ کائنات صلوات اللہ وسلامہ علیہا نے جو مطالبہ کیا تھا اور اُن کے دل میں اُس کا جو داعیہ پیدا ہوا اگر وہ حرام چیز کا تھا تو اُسے معاذ اللہ نفس وشیطان کا القا سمجھا جائے گا، اور یہ کتاب وسنت دونوں کے خلاف ہے۔ اِس لیے کہ قرآن وسنت کے مطابق اہل کساء علیہم السلام سے ہر طرح کے ''رِجس'' کو دور رکھا گیا ہے۔ باقی رہیں دو باتیں: [۱] فرشتے کا القاء کرنا [۲] اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا براہ راست دِل میں بات ڈالنا تو یہ دونوں طاقتیں خیر القا کرتی ہیں شر نہیں۔

بَضْعَةٌ مِنّي اور عصمت

سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کی شان میں یہ الفاظ فقط نسبی قرابت کے اظہار کے لیے ہی نہیں ارشاد فرمائے گئے بلکہ اُن کے اندر جو پاکیزگی، طہارت، عصمت اور معنوی خوبیاں تھیں اُن پر اظہارِ فرحت وتشکر کے لیے بھی یہ الفاظ ارشاد فرمائے گئے۔ چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ نے پوچھا:

> أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلْمَرْأَةِ ؟ فَسَكَتُوا، فَلَمَّا رَجَعْتُ ، قُلْتُ لِفَاطِمَةَ: أَيُّ شَيْءٍ خَيْرٌ لِلنِّسَاءِ ؟ قَالَتْ: أَلَّا يَرَاهُنَّ الرِّجَالُ. فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّهَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي.
>
> ''عورت کے لیے کونسی چیز زیادہ بہتر ہے؟ اس پر حاضرین خاموش رہے۔ جب میں لوٹا تو میں نے فاطمہ سے پوچھا: عورتوں کے لیے کونسی چیز زیادہ بہتر ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا: اُنہیں غیر مرد نہ دیکھیں۔ پھر میں نے وہ جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کیا تو آپ نے فرمایا: بے شک فاطمہ میری جان کا حصہ ہے''۔

(مسند البزار ج۲ ص۱۵۹، ۱۶۰ ح:۵۲۶؛ حلية الأولياء ج۲ ص۵۰، ۵۱؛ كشف الأستار ج۳ ص۲۳۵ ح:۲۶۵۳؛ مجمع الزوائد ج۴ ص۴۵۵ ح:۷۳۲۸ وج۹ ص۲۰۳ ح:۱۵۲۰۰؛ مختصر زوائد البزار للعسقلاني ج۲ ص۳۴۴ ح:۱۹۹۰؛ مسند فاطمة الزهراء للسيوطي ص۱۰۱ ح:۲۷۶، ۲۷۷)

اِس حدیث میں سیدہ کی صرف عقل وذکاوت کی نہیں بلکہ عفت، طہارت اور عصمت کی بھی دلیل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِس موقع پر ''فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي'' فرمانا تحدیثِ نعمت کے طور پر تھا۔ گویا آپ نے فرمایا ہے کہ یہ

تو دیکھو کہ آخر وہ بیٹی کس کی ہے! سیدۂ کائنات کی سیرت کی عظمت کا یہ عالَم تھا کہ اُن کی حیات میں اُن سے بڑھ کر صورتاً ہی نہیں سیرتاً بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ قِيَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ.

’’میں نے کسی کو راہِ راست پر قائم ہونے کے لحاظ سے، ہیئت وحالت اور سیرت کے لحاظ سے اُٹھتے بیٹھتے سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا‘‘۔

(سنن الترمذي ص٨٧٤ ح:٣٨٧٢؛السنن الكبرىٰ للنسائي ج٧ص٣٩٣ ح:٨٣١١؛سنن أبي داود ج٧ص٥٠٥،٥٠٦ ح:٥٢١٧)

اسی لیے اُم المؤمنین کا سیدہ رضی اللہ عنہما کی افضلیت کے بارے میں یوں واضح موقف تھا:

مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيْهَا.

’’میں نے سیدہ فاطمہؑ سے افضل اُن کے بابا کے علاوہ کسی شخص کو نہیں دیکھا‘‘۔

(المعجم الأوسط ج٣ص١٣٧ ح:٢٧٢١؛مجمع البحرين في زوائد المعجمين ج٣ص٤١٤ ح:٣٨٠٢؛مجمع الزوائد ج٩ص٢٠١ وط:ج٩ص٣٢٥ ح:١٥١٩٣؛استجلاب ارتقاء الغرف ج١ ص٢٥١ ح:٤؛درالسحابة للشوكاني ص٢٧٧)

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں: ’’اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں‘‘۔

(مجمع الزوائد ج٩ص٢٠١ ح:١٥١٩٣)

خود انصاف فرمائیے! وہ خاتون جو مخلوق میں تمام خواتین سے افضل ہو، جو امتِ مسلمہ کے تمام انسانوں سے افضل ہو، جو صورت وسیرت میں سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہو اور جس کی ہر ہر آمد پر اُن کے بابا نہیں بلکہ امام الرسل کھڑے ہو کر استقبال کریں، اُس خاتون کے متعلق کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور کسی قسم کی اضافت کے بغیر صاف کہہ دینا کہ وہ ’’خطا پر تھیں‘‘ یہ کس مسلک کی پاس داری اور کہاں کی دین داری ہے؟ صاف اور بلاغبار بات یہ ہے کہ ایسی ناپاک جسارت نہیں ہوسکتی مگر اُس شخص سے جس کا دل عظمتِ مصطفیٰ ﷺ سے خالی ہو چکا ہو۔

مذہب مذہب مسلک مسلک

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ غیر انبیاء کے لیے اثباتِ عصمت کی مذکورالصدر ساری بحث علماء اہل سنت کے حوالہ سے کی گئی ہے، اِس میں روافض کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا، لہٰذا اِس پر بدکنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ حیرت کی بات ہے کہ عصمت کا جو قول قرآن وحدیث کی روشنی میں علماءِ اہلِ سنت نے بعد کے اولیاء کرام کے لیے ثابت کیا ہے، اگر وہی قول اہل کساء علیہم السلام کے لیے کیا جائے تو بعض نام نہاد سنی اُسے فقط اِس لیے قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں کہ یہ تو شیعہ کا عقیدہ ہے اور اگر ہم نے اِس کو مان لیا تو اُنہیں فائدہ ہوگا۔ اہل عقل وانصاف ایسا نہیں کرتے بلکہ وہ حق بات کو قبول کرتے ہیں، اگرچہ وہ مخالف کی بات ہو یا مخالف کو اُس سے تقویت پہنچنے کا امکان ہو۔

بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ایک عرصہ سے معاشرہ اِس قدر مذہبی تعصّب کا شکار ہو چکا ہے کہ لوگوں کو اپنے مسلک اور مکتبِ فکر کی غلط بات بھی ہضم ہو جاتی ہے اور دوسروں کی حق بات کو قبول کرنے سے ہچکچاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں، اِلا ماشاءاللہ۔ مسلکی تعصب کی مثال میں یہاں ایک واقعہ کو نقل کرنا بہت مفید ہوگا۔

جون ۱۹۷۱ء کی بات ہے کہ قمرالاسلام سلیمانیہ کراچی کے ایک عالم ومدرس کی طرف سے (عام شخص کی جانب سے نہیں) فقیہ اعظم ابوالخیر مولانا نوراللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک استفتاء آیا کہ خطبۂ جمعہ میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں؟ سائل نے لکھا کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک عصا نہ اُٹھانا ہی بہتر ہے، جبکہ زید نے اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کے خلاف ایک دیوبندی مفتی سے فتویٰ لیا ہے تو اُس نے لکھا ہے کہ خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے۔ اِس کے بعد سائل نے پوچھا ہے:

> ''اور زید جو اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی کے فتویٰ کو ترجیح دیتا ہے،
> کیا یہ رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے والوں کی تائید نہیں؟''۔

(فتاوی نوریه ج ۱ ص ۶۷۴، ۶۷۵)

فقیہ اعظم نے اس سوال کے جواب میں کتبِ حدیث وفقہ سے تقریباً سولہ سترہ حوالہ جات نقل کر کے دورانِ خطبہ عصا ہاتھ میں لینے کو سنت ثابت کیا اور آخر میں ایک ایسا جملہ ادا فرمایا کہ مسلکی تعصب کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ اُنہوں نے لکھا:

> ''اور یہ بھی واضح کہ کسی دیوبندی کی کوئی سچی بات صرف اس لیے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ دیوبندی کی

بات ہے''۔

(فتاوی نوریه ج۱ ص۶۷۷)

راقم الحروف بھی یہی عرض کرتا ہے کہ اہل کساء علیہم السلام کو معصوم ماننے میں کسی دوسرے فرقہ سے مطابقت پیدا ہوتی ہے یا اُسے تقویت پہنچتی ہے تو پہنچتی رہے لیکن یہ عقل مندی تو نہیں کہ اُس کی ضد میں حق بات کا ہی انکار کر دیا جائے۔ کیونکہ ''مخالف کی کوئی سچی بات صرف اس لیے جھوٹی نہیں ہوسکتی کہ وہ مخالف کی بات ہے''۔

تعصب کی تباہ کاریاں

اسلامی دینی اور حقائق پر مبنی کسی سچی بات کا فقط اِس لیے انکار کر دینا کہ وہ مخالف کی بات ہے، ایسا رویہ فقط حق پسندی کے ہی خلاف نہیں ہوتا بلکہ عقل مندی کے بھی منافی ہوتا ہے۔ اسی لیے تو خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا۔[المائدۃ:۸]

''اور تم کو کسی قوم کی عداوت اِس پر نہ اُبھارے کہ انصاف نہ کرو''۔

لسانی، قومی یا مذہبی کسی بھی قسم کا تعصب متعصّب انسان کو تباہ کر دیتا ہے۔ یہاں چونکہ مسلکی اور مذہبی تعصب زیرِ بحث ہے اِس لیے یہاں میں آپ کے سامنے بہت بڑے عالم کی مثال پیش کرتا ہوں جو بوجہ مسلکی تعصب تنقیصِ اہلِ بیت کا شکار ہو گئے تھے، اور وہ ہیں ابن تیمیہ۔ اُنہوں نے شیعہ کے رَد میں ایک کتاب لکھی تو شیعہ کی ضد میں بہت سے حقائق اور احادیثِ صحیحہ، حسنہ بلکہ بعض متواترہ کے انکار کے مرتکب ہو گئے۔ چنانچہ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظوم کلام میں جہاں اُن کے تردیدِ روافض کے عمل کو کچھ سراہا ہے وہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ ابن تیمیہ نے حق و باطل کو خلط کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلتے رہے۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۱۰ ص۱۷۶، ۱۷۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس پر یوں تبصرہ کیا ہے:

''میں نے مذکورہ ''رد'' کا مطالعہ کیا اور اسے ایسا ہی پایا جیسا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے، لیکن اس میں یہ بات زیادہ پائی کہ ابن تیمیہ نے اُن احادیث کے رد میں انتہائی شدت سے کام لیا جنہیں ابن مطہر نے ذکر کیا ہے، اگر چہ ابن المطہر کی درج کردہ احادیث کا بڑا

حصہ احادیثِ موضوعہ اور واھیہ پر مشتمل ہے مگر ابن تیمیہ نے احادیث جیاد (معتبر احادیث) کا بھی رد کر دیا ہے جو کہ اُنہیں دورانِ تصنیف مستحضر (یاد) نہیں تھیں، اس لیے کہ وہ اپنی قوتِ حافظہ کی وسعت کی بناء پر اس چیز پر زیادہ انحصار کرتے تھے جو ان کے سینے (یادداشت) میں تھی اور انسان کی فطرت ہے کہ وہ نسیان کی طرف پلٹتا ہے اور کلامِ رافضی کے رد میں مبالغہ ابن تیمیہ کو کہیں کہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کی طرف لے گیا۔ آخری الفاظ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

لٰكِنَّهُ رَدَّ فِي رَدِّهٖ كَثِيْرًا مِنَ الْأَحَادِيْثِ الْجِيَادِ الَّتِي لَمْ يَسْتَحْضِرْ حَالَةَ تَصْنِيْفِهٖ مَظَانَّهَا لِأَنَّهُ كَانَ لِاتِّسَاعِهٖ فِي الْحِفْظِ يَتَّكِلُ عَلٰى مَا فِيْ صَدْرِهٖ، وَالْإِنْسَانُ عَائِدٌ [وفي نسخة: قابلٌ] لِلنِّسْيَانِ، وَكَمْ مِنْ مُبَالَغَةٍ لِتَوْهِيْنِ كَلَامِ الرَّافِضِيِّ أَدَّتْهُ أَحْيَانًا إِلٰى تَنْقِيْصِ عَلِيٍّ رضي الله عنه.

(لسان الميزان ج٧ص ٥٢٩، ٥٣٠، وط: ج٨ص ٥٥١، ٥٥٢، ترجمة يوسف بن حسن بن مطهر الحلي الرافضي؛ الأجوبة الفاضلة للكهنوي ص ١٧٤، ١٧٥)

حافظ رحمہ اللہ نے اپنی ایک اور تصنیف میں بھی ابن تیمیہ کی اِس تعصب بھری چڑھائی کا ذکر کیا ہے۔

(الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة ج٢ ص ٧١؛ الأجوبة الفاضلة للكهنوي ص ١٧٥)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی نے بھی رَدِّ روافض میں کتاب لکھی تو وہ بھی تعصب سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

شیخ ابن حجر مکی در صواعق محرقه که در رَدِّ شیعه باوکد وجوه واشد طریق کرده، وداد تشدد وتعصب داده است۔

شیخ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں جنھوں نے شیعوں کا رَدّ محکم وجوہات اور مضبوط طرق سے کیا ہے، اُس میں اُنہوں نے تشدد و تعصب اختیار کیا ہے"۔

(تكميل الإيمان فارسي ص ١٥٤، ومترجم اردو ص ١١١)

آج 25 جون 2020ء ہے، حالیہ ایام ہی میں جو کچھ ہوا اُس سے اندازہ کر لیجئے۔ پاکستان کا ایک شخص جو بزعم خویش اتنا بڑا عالم ہے کہ دوسرے اُس کے نزدیک علمی یتیم ہیں، وہ دو طرح تعصب کا شکار ہے۔ ایک تو اُسے بعض معاصرین کی عالمگیر مقبولیت کا دُکھ ہے، اور وہ اُس معاصر کو نیچا دکھانے کی خاطر سرگرداں رہتا ہے۔ چند سال

قبل بعض طلقاء کی شان میں سیمینار کر کے جو موضوع، جعلی، جھوٹی اور من گھڑت روایات بیان کی گئی تھیں وہ ایسی ہی کوششوں کا حصہ تھیں۔ پھر یہ تعصب بڑھتا رہا اور معاصرت کے ساتھ ساتھ مسلکی تعصب بھی پلتا رہا حتیٰ کہ نتیجہ یہ نکلا کہ جس خاتون کو اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل، سب سے سچی اور سب سے زیادہ عقل مند سمجھتی ہیں اُن کے بارے میں کہہ دیا کہ وہ ''خطا پر تھیں''۔ العیاذ باللہ! فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ!

سطورِ بالا میں راقم الحروف نے دعویٰ کیا تھا کہ ابن تیمیہ نے بوجہ مسلکی تعصب بعض متواتر احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا تھا، اُس سے میری مراد مشہور حدیث ''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'' ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے، امام سیوطی اور بعض دوسرے محدثین نے اِس کو احادیث متواترہ میں بھی شمار کیا ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے اِس کو محض شیعہ کی ضد میں موضوع قرار دیا تو حافظ ابن کثیر، امام ذہبی (یہ دونوں ابن تیمیہ کے شاگرد بھی ہیں) حافظ ابن حجر عسقلانی، ناصر الدین البانی اور عرب وعجم کے دوسرے کئی علماء نے اُن کے قول کو مسترد کر دیا۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء اس قدر افراط وتفریط کا شکار کیوں ہو جاتے ہیں؟ صرف اور صرف مسلکی تعصب کی وجہ سے۔ تعصب کا خدا بیڑا غرق کرے یہ جب آتا ہے تو اندھا کر دیتا ہے، انسان کا سب کچھ لٹتا رہتا ہے لیکن نہ ازخود اُسے شعور آتا ہے اور نہ ہی خیرخواہوں کی نصیحتیں اُس پر کارگر ثابت ہوتی ہیں۔ اِس لیے مسلک مسلک اور مذہب مذہب کی بجائے ہر ہر مسئلہ میں حقائق ودلائل کے تابع ہو جانے میں ہی سلامتی ہے۔

قارئین کرام! زیر بحث مسئلہ میں بھی مسلکی تعصب آڑے نہیں آنا چاہیے، اِس لیے کہ فقط شیعہ ہی غیر انبیاء کی عصمت کے قائل نہیں بلکہ اہل سنت بھی قائل ہیں، جیسا کہ ہم اِن مختصر سطور میں امام قشیری، شیخ اکبر ابن عربی، امام رازی، عارف روزبہان بقلی، امام بیضاوی، امام قونوی حنفی، امام مقریزی، امام نظام نیشاپوری، امام مناوی، محدث کرمانی، بدرالدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی، علامہ قسطلانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، علامہ ابن التاودی، علامہ عبدالقاہر جرجانی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، علامہ ابن عجیبہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ اسماعیل شہید، علامہ خلیل احمد سہارنپوری، مولانا محمد زکریا سہارنپوری اور ڈاکٹر وھبہ زحیلی وغیرہم کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔ ہمارے بزرگ معاصرین میں سے استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر علامہ پیر محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اہل کساء بلکہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کی عصمت کا جواز ذکر کیا ہے۔ اُن کی یہ عاشقانہ، عالمانہ اور مدبرانہ تحریر اُن کی تصنیف ''الرسائل والمسائل'' ج ۲ ص ۳۲ تا ۶۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔ سالِ اشاعت

2015ء۔

مسئلہ فدک میں حق پر کون؟

فدک کے مسئلہ پر تقریباً چودہ پندرہ سال قبل میں نے مختصر طور پر ''شرح خصائص علي رضی اللہ عنہ''کی حدیث نمبر۱۳۴ کی تشریح میں کچھ لکھا تھا وہاں دیکھا جا سکتا ہے، پھر سات آٹھ برس قبل اپنی کتاب ''مناقب الزهراء عليها السلام ''میں بھی اختصار کے ساتھ لکھا تھا، اُسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔(مناقب الزهراء عليهاالسلام ص۱۷۷ تا ۱۸۰) علاوہ ازیں باغِ فدک کے متعلق بعد کے ادوار میں جو فیصلے ہوتے رہے، ذرا اُن پر بھی نگاہ رہے تو معاملہ مزید واضح ہو جائے گا۔

فی الجملہ یہ کہ اہل کساء علیہم السلام کی عصمت کے بارے میں ہمارا موقف وہی ہے جو شیخ اکبر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما نے بیان فرمایا۔اول الذکر نے فرمایا کہ وہ عین طہارت ہیں اور ثانی الذکر نے فرمایا کہ وہ حق کے مطابق نہیں ہوتے بلکہ حق اُن کے افعال واقوال کے مطابق ہوتا ہے اور حق کو اُن کے عمل سے یوں وجود ملتا ہے جس طرح سورج سے چاند کو روشنی ملتی ہے، یعنی وہ فقط صاحبانِ عصمت نہیں بلکہ معیارِ عصمت ہیں۔

نوٹ

اہل کساء خصوصاً سیدۂ کائنات علیہم السلام کی طہارت وعصمت میں لکھنے کے لیے ابھی کافی مواد میرے سامنے موجود ہے لیکن فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو منظور ہوا تو کبھی اِس موضوع پر پھر قلم اُٹھائیں گے۔

اعترافِ عجز

اِن سطور میں جو کچھ لکھا گیا ہے اگر اُس میں کوئی بات غلط یا خلافِ حق ہو تو میں اُس سے فوراً رجوع کر لوں گا، کیونکہ غلطی سے رجوع کرنے پر انسان کی عزت میں کوئی کمی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ چھوٹا ہو جاتا ہے، البتہ غلطی پر ڈٹ جانے میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔اسلاف کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جو شخص اپنی غلطیوں سے رجوع کر لے تو حقیقت میں وہی بڑا عالم ہوتا ہے۔چنانچہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ مَالِکٌ ، وَقَالَ ذٰلِکَ لِلثَّنَاءِ عَلیٰ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ: مَا كَانَ بِأَعْلَمِنَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ أَسْرَعُ رَجُوْعاً إِذَا سَمِعَ الْحَقَّ.

’’امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،اور یہ اُنہوں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تعریف میں فرمایا کہ وہ ہم سے بڑے عالم نہیں تھے لیکن جب وہ حق سنتے تو رجوع کرنے میں جلدی کرتے تھے‘‘۔

(جامع بيان العلم وفضله،دارابن الجوزي،الدمام، ج٢ص١١٤١)

یعنی درحقیقت بڑا عالم وہ ہے جو حق کی طرف رجوع کرنے میں جلدی کرے،وہ بدبخت بڑا عالم تو کیا عالم ہی نہیں جو خطاو بطلان پر ڈٹا رہے۔

ظہور احمد فیضی

جمعرات چار ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ، بمطابق 25 جون 2020ء،

بوقت شب تین بج کر پانچ منٹ، بمقام لاہور۔

ظہور احمد فیضی